ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No1, 2024

علمائے کرام اور اردو زبان وادب

Zareena Abdullah
Ph.D. Urdu scholar Lahore Garrison University Lahore
Dr. Haroon Qadir
Lahore Garrison University, Lahore
Dr. Ata Ur Rehman Meo
Lahore Garrison University, Lahore

Abstract:
Religion has played an important role in the promotion of languages. Many languages have survived in the world simply because of religious necessity. The writings of Muslim scholars have a very important role in the promotion and publication of Arabic and Persian language. Muslim scholars, Sufis and madrasahs played a key role in the beginning, evolution and development of Urdu language. His work in research, criticism, creation and journalism is commendable. Even today, these scholars continue to serve Urdu.

کلیدی الفاظ:
شجر ادب۔ فلسفہ۔ معروضی مطالعہ۔ ازل۔ افہام و تفہیم۔ عقائد۔ اعتقاد۔ روحانیت۔ اخلاقیات۔ اصلاح احوال۔ قیل و قال۔ تہذیب و تمدن۔ آئینہ داری۔ چارہ گری۔ اختراعات۔ ایجادات۔ آب بیاری۔ ترویج واشاعت۔ مدرسہ۔ خانقاہ۔ مبسوط۔ تشکیل وارتقا۔

ادب اور مذہب میں باہمی تعلق ہے ۔ شجر ادب کی جڑیں فلسفہ اور دین سے متصل ہوتی ہیں۔ادب کا درخت کاغذ اور قلم کے ذریعے روئے زمین پر نمودار ہوتا ہے۔اگر ہم فلسفہ اور دین کا معروضی مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ فلسفہ ،ازل سے ہی جستجو، کوشش اور افہام و تفہیم کا مظہر رہا ہے۔ جبکہ دین عقائد واعتقاد، روحانیت واخلاقیات اور اصلاح احوال سے متعلق رہا ہے۔ فلسفہ ،ازل سے جستجو، قیل و قال، افہام و تفہیم کا مظہر رہا اور دین کا تعلق عقیدہ، روحانیت، اخلاقیات و اصلاحات سے رہا۔ ادب نا صرف یہ کہ تہذیب و تمدن کا نا صرف عکاس رہا ہے بلکہ تہذیب و تمدن پر اثر انداز ہونے کا ذمہ دار بھی ہے۔ تہذیب و تمدن کی آئینہ داری کی بہ نسبت تہذیب و تمدن کے فروغ اور تحفظ کی ذمہ داری زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔

جہاں تک انسان کا تعلق ہے وہ ازل سے اپنے گرد و پیش اور ماحول سے متاثر ہو کر اپنی فکر، وجدان، مطالعہ، مشاہدہ اور انداز بیان یعنی اسلوب کے ذریعے ادب تخلیق کرتا رہا ہے۔ وہ شجر ادب کی آبیاری کبھی تو فکر کے ذریعے فلسفہ کی خشک آب وہوا سے کرتا رہا ہے تو کبھی وہ شعر و سخن کے تر و تازہ اور خنک جھونکوں کو کام میں لاتا رہا ہے۔ شجر ادب کو جب بھی موسم خزاں کی تلخی اور فحاشی کی بیماری نے کوئی گزند پہنچانے کی کوشش کی تو دین اور مذہب کی تیمارداری اور چارہ گری نے اسے ان حملوں سے محفوظ رکھا۔

انسان ازل تا امروز بہت سے چیزوں کا اثر قبول کرتا آیا ہے۔ انسان پر ان اثر انگیز چیزوں میں سب سے زیادہ جس چیز نے انسان پر گہرا اثر مرتب کیا، وہ مذہب اور عقیدہ ہے۔ انسان پر انداز ہونے کے بعد مذہب نے انسانی علوم وفنون کو بھی بہت متاثر کیا ہے۔ دنیا میں جب بھی کوئی نئی مساعی وجود میں آئی تو اسے جہاں سماجی اور ثقافتی پیمانوں پر پرکھا گیا وہاں اسے مذہبی کسوٹی پر بھی ضرور جانچا گیا۔ علمائے کرام نے ہر زمانے میں نئی نئی اختراعات اور ایجادات کے بارے میں واضح اور دوٹوک انداز میں رائے کا اظہار کیا ہے۔ بعد ازاں اس پر بحث و تمحیث کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

جن چیزوں کو مذہب نے قبولیت عطا کر دی تو اسے مذہبی سرپرستی کی بنیاد پر عوامی سطح پر بھی پذیرائی میسر آئی۔ لیکن جسے مذہب نے مردود کر دیا اس کے لیے اپنی بقا کی جنگ لڑنا بھی مشکل ہو گیا۔ اس لیے ہر زمانے میں اہل مذہب کی رائے اور سرپرستی کی بہت اہمیت رہی ہے۔ یہی حالت ادب کی بھی ہے۔ سائنس، معاشرت، ثقافت سمیت ہر علم و فن کو اس مرحلے سے گزرنا پڑا۔ ادب اور مذہب کے باہمی تعلقات بھی دوستانہ بنیادوں پر استوار ہوتے رہے۔ ہاں البتہ جہاں کہیں ادب نے مذہب کی حدود کو عبور کرنے کی کوشش کی تو وہاں صورت حال میں کشیدگی دیکھنے میں آئی ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No1, 2024

ادب کے ساتھ مذہب کی صورت حال دوسرے علوم وفنون سے کچھ مختلف رہی ہے۔ کبھی اپنی ترویج واشاعت کے ادب نے مذہب کا سہارا تو کو کبھی مذہب نے اپنے اثر ونفوذ کے لیے ادب کو ذریعہ بنایا ہے۔ مذہب کو کار گر اور پر اثر بنانے کے لیے جتنے بھی طریقے اختیار کیے گئے ہیں، ان میں سب سے زیادہ کارآمد ذریعہ ادبی زبان و اسلوب رہا ہے۔ الفاظ وزبان ہی تبلیغ اسلام کے لیے استعمال لائے گئے۔ اسی کے سہارے مذہبی پیغام کو دوسرے لوگوں تک پہنچایا گیا۔

اعجاز حسین کے بقول:

> "مذہب کو ہمہ گیر اور پر تاثیر بنانے کے لیے مختلف طریقے اختیار کیے گئے، لیکن سب سے زیادہ کارآمد و سریع الفہم طریقہ اظہار خیال کے لیے الفاظ وزبان کی ایجاد میں پنہاں تھا جس کے سہارے لوگوں کو سمجھانا زیادہ آسان ہو گیا۔۔۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مذہب وشاعری میں ایک خاص اتحاد پیدا ہو گیا اور بہ ظاہر یہ معلوم ہونے لگا کہ شائد مذہب اور شاعری کا ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہے۔(۱)

جہاں تک زبان وادب کی بقا میں مذہب کا کردار ہے تو ہم جانتے ہیں کہ دنیا کی نامور زبانوں کی بقا مذہب کی وجہ سے ممکن ہوئی۔ آج اگر عبرانی زبان کو زندگی میسر ہے تو اس کے پیچھے کسی ادیب کے ڈراموں، ناولوں یا افسانوں کا کردار نہیں ہے یا کسی گلوکار کے سریلے نغموں کا اثر نہیں ہے۔ بلکہ مذہبی مقدس کتاب کا عمل دخل ہے، ورنہ اس زبان کی زندگی کا جواز کوئی نہیں بنتا۔

اسی طرح عربی زبان کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بقا کا راز شاید عربی ناولوں اور افسانوں کی وجہ سے نہ ہو، بلکہ اس زبان کی پذیرائی اور ارتقا میں قرآن وحدیث اور مسلم اکابرین کی لاتعداد کتب کی وجہ سے ممکن ہوئی۔ یہ تمام تر مساعی مذہب کی بنا پر عمل میں آئی نہ کہ ادبی دلچسپی کی بدولت عمل میں آئی۔ رسول اللہ ﷺ کی آمد کے وقت عرب کے جو حالات تھے وہ کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ اہل عرب اپنی زبان دانی، فصاحت وبلاغت اور عقل و دانش پر بے پناہ فخر کرتے تھے لیکن اس تمام کے باوجود ان کے پاس جو بھی ادبی وعلمی سرمایہ تھا وہ محض حافظے کی بنیاد پر ہی تھا۔ کتنی کتابیں اور رسائل وجرائد انھوں نے طبع کیے تھے؟ اس سوال کا جواب دینے کے لیے کافی سوچ وبچار درکار ہو گی۔ لیکن یاد رہے کہ کوئی بھی زبان محض حافظے کے ذریعے پروان نہیں چڑھتی۔ جب رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری اور اعلان نبوت ہوا تو عربی زبان میں گویا علم وعرفان، تحریر وتالیف کا دروازہ کھل گیا۔ تحقیق اور تخلیق کے میدان میں اتنی محنت کی گئی کہ عربی زبان کا تحریری سرمایہ دنیا کی دیگر زبانوں کو پیچھے چھوڑ گیا۔ یہی کاوشیں تھیں جنھوں نے عربی زبان کو بقا اور عروج عطا کیا۔ مسلمان اہل علم کی مساعی اور مذہبی جذبے نے عربی زبان وادب کو بہت فائدہ پہنچایا۔

ایک مورخ تاریخ لکھنے بیٹھا تو اس نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اپنے زمانے تک ہزاروں صفحات تحریر کر دیے۔ کئی کئی جلدیں چھاپ دی گئیں۔ صرف تاریخ کے میدان میں جو تحریری کاوشیں عمل میں لائی گئیں ان کا اندازہ درج ذیل بیان سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان علما کی کاوشوں نے زبان کو کس قدر وقیع تحریری سرمایہ فراہم کیا۔

مولانا فضل الرحمن حسن پوروی لکھتے ہیں:

> "ابن کثیر تاریخ لکھنے بیٹھتے ہیں تو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اپنے زمانہ تک کی مکمل تاریخ بارہ جلدوں میں تصنیف کر جاتے ہیں۔ امام محمد قید خانہ میں مقید رہتے ہوئے تیس جلدوں میں مبسوط کتب کا املا شاگردوں کو کرا دیتے ہیں۔ ابن جریر نے تفسیر طبری اسی جلدوں میں قلم برداشتہ لکھ ڈالی۔ یعقوب ابن شیبہ نے اپنی مسند کی ایک کتاب کی تکمیل میں دوسو جلدیں لکھی ہیں، جس کے لیے چالیس کاتبوں کی ضرورت پیش آئی تھی۔ علامہ جلال الدین سیوطی کی تصانیف تقریباً پانچ سو اور علامہ ابن تیمیہ کی اس سے بھی زائد ہیں۔(۲)

یہ کاوشیں محض عربی زبان میں سرانجام نہیں دی گئیں بلکہ دنیا کی دیگر زبانوں میں بھی اسی طرح کا کام سامنے لایا گیا۔ فارسی زبان وادب کی طرف نگاہ دوڑائی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے عربی زبان کے بعد فارسی زبان میں مذہبی کاوشیں کیں۔ فارسی زبان میں اکثر کتب مذہبی حوالے سے لکھی گئیں۔ فارسی زبان کی پرورش وپرداخت اور بقا میں رودکی، فردوسی، خواجو سمیت فارسی کے دیگر نامور شاعروں اور ادیبوں کا کردار یقیناً قابل تعریف ہے۔ ان کی وجہ سے فارسی کو شہرت اور ناموری میسر آئی

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No1, 2024

۔ تاہم فارسی زبان کی تعمیر واحیا میں مولانا روم، شیخ سعدی، امام غزالی، حافظ شیرازی جیسی بے شمار نابغہ روزگار شخصیات کی کاوشوں کو یکسر مسترد نہیں کیا جاسکتا۔ اس بات سے اندازہ لگالیں کہ برصغیر پاک وہند میں آج عربی وفارسی زبان کو شاید ہی کوئی فردوسی اور رودکی کو پڑھنے کے لیے سیکھتا ہو۔ یا عربی زبان کو کوئی ملک الشعرا کے کلام سے فیض یابی کے لیے پڑھنے پر آمادہ دکھائی دیتا ہو۔ تاہم شیخ سعدی اور رومی کو پڑھنے کے لیے فارسی جاننے والوں اور قرآن وحدیث کی فہم کے لیے عربی زبان جاننے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

شاید یہی وجہ ہے کہ فارسی اور عربی اب صرف مذہبی طبقے کی ضرورت بن چکی ہے اور اسی ضرورت کے پیش نظر اسی طبقے نے ہی عربی وفارسی کو اپنے مدارس میں زندہ رکھا ہے اور ہمارے سکولوں اور کالجوں سے عربی اور فارسی کو عضو معطل قرار دے کر دیس نکالا دیا جاچکا ہے۔ یہ بھی قرین از قیاس ہے کہ کل کلاں اردو زبان کو بچانے کی ذمہ داری بھی مدرسہ وخانقاہ کو نبھانی پڑے اور جدید اداروں میں اردو کی جگہ انگریزی ڈیرے ڈال لے۔ خاکم بدہن حالات تو اسی طرف کروٹ لے رہے ہیں۔

اعجاز حسین رقمطراز ہیں:

> ”غرضیکہ جس وقت اردو کی تخلیق ہو رہی تھی ملک میں مذہبی فضا ہر شعبہ زندگی پر حاوی تھی سلطنت چاہے کسی کی رہی ہو مذہب شہنشاہی کر رہا تھا۔ ہر طبقہ اس کے آگے سر جھکائے تھا اس کی آنکھ سے دنیا کی ہر چیز دیکھی جارہی تھی۔ اسلام مغرب ومشرق کے اکثر گوشے چھان کر ہندوستان میں اپنا جھنڈا گاڑنے کی فکر کر رہا تھا۔ مسلمان بادشاہوں نے تبلیغ اسلام کے لیے کوئی منظم انجمن یہاں قائم نہیں کی فقرا اور علما نے اشاعت اسلام میں کافی حصہ لیا۔ جہاں کہیں وہ پہنچ سکے مذہب کی ترویج دل کھول کر کی اور اسی سلسلے میں اردو کو بھی آگے بڑھنے کا موقع ہاتھ آتا رہا۔ چنانچہ شمال یا جنوب جہاں کہیں بھی اردو کی قدیم تصنیف یا تالیف دستیاب ہوتی ہے وہ مذہب ہی کی آوردہ معلوم ہوتی ہے۔“(۳)

اردو زبان کے ارتقا اور تشکیل میں بھی دینی شخصیات جن میں علمائے کرام، مشائخ عظام اور مدارس شامل ہیں ان کا کردار بہت زیادہ ہے۔ اردو کی ترویج کا جائزہ لینے کے لیے ہمیں یہ جاننا ہو گا کہ اردو جس دور میں اپنی پرورش وپرداخت کے مراحل طے کرنے جارہی تھی اس وقت حالات کس رخ پر چل رہے تھے؟ محققین کا خیال ہے کہ جس زمانے میں اردو اپنی تشکیل وارتقا کے مرحل طے کر رہی تھی اس وقت برصغیر کے سیاسی حالات کی نوعیت خواہ جیسی بھی تھی، ہندوستان میں علما و مشائخ کا طوطی بولتا تھا۔ حکمرانوں سے لے کر عوام الناس تک ان نفوس قدسیہ کی باتوں پر بھرپور توجہ دی جاتی تھی۔ ہر طبقے کی گردن ان کے آگے جھکی ہوئی تھی۔ اسلام مغرب میں جھنڈے گاڑنے کے بعد ہندوستان میں اپنا وجود منوا رہا تھا۔ اشاعت اسلام کے سلسلے میں جو خدمات سرانجام دی جارہی تھیں، ان کوششوں کے پس منظر میں اردو کے باغ کی بھی خود بخود آبیاری ہو رہی تھی۔ یہ بھی درست ہے کہ علمائے کرام اور اہل مدارس نے اردو کے فروغ کے لیے نہ تو کوئی انجمن قائم کی اور نہ ہی کوئی تنظیم بنائی۔ تاہم ان کی کوششوں نے اردو کے پودے کے پالنے پوسنے میں میں آب حیات کا کردار ادا کیا۔

جو لوگ ان علمائے کرام کی بات کی کوششوں کو درخور اعتنا نہیں سمجھتے تو اس کی وجہ محض تعصب اور لاعلمی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اگر ہم اردو کی تشکیل وارتقا میں ہر ایک کی کاوش کو تسلیم کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے تو اخلاص وسادگی کے ان پیکروں کی کاوشوں کو بھی سراہنا چاہیے۔ ان کی سادگی اور استغنا کی بدولت ان کے کارناموں کا انکار درست نہیں ہے۔ اپنوں پر اعتراض اور غیروں کی قبولیت کا رویہ درست نہیں ہے۔

اس حوالے سے یہ شعر بھی ملاحظہ کیجیے:

اوروں کا قول برحق اپنوں کا ہے کہانی
شبلی کی بات جھوٹی شیلے کی آسمانی ۔۔(۴)

اردو زبان کے تشکیلی ڈھانچے پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بنیاد وتعمیر میں عربی، فارسی اور بھاشا زبانیں شامل ہیں۔ اردو میں موجود اصناف سخن، تراکیب اور بندش لفظی، زبان کی ساخت، روزمرہ ومحاورات، تلمیحات، تشبیہات واستعارات اور قواعد ان زبانوں کے مرہون منت ہیں۔ بایں سبب انھیں اردو کے امہات ثلاثہ کا درجہ حاصل ہے۔ عربی زبان کے اثرات ہندوستان آنے والے ان فاتحین اور مبلغین کی وجہ سے ہیں جو اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لیے برصغیر میں وارد ہوئے۔ فارسی زبان بھی

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No1, 2024

مسلمان فاتحین غوری، غزنی اور دیگر مسلمان جنگجوؤں اور صوفیا کے ذریعے ہندوستان پر اثر انداز ہوئی۔ بھاشا خالصتاً اہل ہندوستان کی زبان تھی۔ جہاں تک عربی اور فارسی کا تعلق ہے وہ تو مسلمانوں کی مذہبی مساعی کی بدولت ہندوستان میں پہنچیں اور بھاشا خود یہاں ہندوؤں کے مذہبی عقائد و نظریات کی وجہ سے موجود تھی۔ یوں اردو زبان کی پرورش وپرداخت میں مذہب کی عمل داری صاف دکھائی دے رہی ہے۔ مذہب کے اثرات چاہے نظم ہو یا نثر، غزل ہو یا قصیدہ، ہر اصنف سخن پر ثبت ہو چکے ہیں۔

سید یحییٰ نشیط کے بقول:

> "فنون لطیفہ میں جہاں تک "ادب" کی فعالیت کا تعلق ہے تو یہی ایک موثر ذریعہ ہے جو مذہب کو جاذب توجہ اسلوب میں سمجھانے کی کوشش کرتا ہے۔ یوں بھی ادب کے محرکات میں مذہب قدیم ترین اور موثر محرک رہا ہے۔ شعرا کے یہاں مذہب سے متعلق اسی عقیدت مندی اور پرستش کے جذبات نے روایات واساطیر کی شکل میں شاعری کا ایک دفتر تیار کر دیا ہے۔۔۔ چنانچہ اردو کی قدیم شاعری سے تاحال قرآن کا اثر ونفوذ اس میں پایا جاتا ہے۔ چاہے وہ اصطلاحات ہوں یا تلمیحات وقصص یا آیات اردو شعرا نے حسب خواہ اسے برابر اپنے اشعار میں برتا ہے۔"(۵)

مذہب کی جاذبیت اور کشش سے کسی کو انکار نہیں ہے۔ تاریخ عالم سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب نے اپنی مخصوص کشش کے پیش نظر نا صرف اپنی طاقت کا لوہا منوایا ہے بلکہ اس نے دیگر علوم وفنون پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ مذہب کی زیر اثر علوم وفنون دو حصوں میں تقسیم ہیں۔ ایک وہ ہیں کہ جن پر مذہب نے کاری ضرب لگائی اور انھیں تہس نہس کر دیا اور ان کے وجود کو ختم کر دیا۔ یہ علوم وفنون دراصل اپنے اثرات میں مذہب دشمنی کو پنپنے کا موقع دیتے تھے، لہذا ان کی مذہب نے بیخ کنی کر دی۔ جیسا کہ آمد اسلام سے قبل عالم عرب میں وہ تمام روایات اور سرگرمیاں تھیں جن کو رسول اکرم ﷺ نے ختم کر دیا۔

کچھ علوم وروایات ایسی بھی تھیں جن کو مذہب نے جلا بخشی۔ یہ علوم وفنون اپنی اثر انگیزی میں مذہبی کاوشوں کے مرہون منت رہے ہیں۔ فنون لطیفہ کے حوالے سے بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کی آب بیاری میں مذہب کی مساعی کا عمل دخل بہت زیادہ ہے۔ دنیا میں مذہب کی بدولت زبانوں کو احیا اور پنپنے کا موقع ملا۔ اس وقت ہم دیکھتے ہیں کہ عبرانی زبان جو کہ مردہ ہو چکی تھی، اس کو یہودیوں نے اپنی مذہبی ذوق کی تسکین کے لیے زندہ کیا۔ عربی زبان کو تو اسلام نے رہتی دنیا تک امر کر دیا ہے۔ اردو زبان کی پرورش وپرداخت میں مسلمان مذہبی راہ نماؤں کی کاوشوں کا انکار ممکن نہیں ہے۔ مسلمان مبلغین نے اپنی تبلیغی مشن کی تکمیل میں اردو زبان کو ایک عظیم علمی زبان بنا دیا۔

علمائے کرام کی نثری وشعری کاوشیں قابل قدر ہیں۔ انھوں نے نثر وشعر میں نئے نئے تجربات کیے۔ ان تجربات سے ان کی نثری وشعری دسترس کا اندازہ لگانے کے ساتھ ساتھ اردو کو جدت بخشی۔ ان کے تجربات نے اردو زبان وادب کے قارئین کو تو اپنی طرف متوجہ کیا ہی تھا، نقادان ادب اور محققین کو بھی ورطہ حیرت میں مبتلا کیا۔ تنقید نگاروں کی حیرانی ان کے اسلوب کا مدلل ثبوت ہے۔ محققین ان کے نثری وشعری کارناموں سے مسحور اور لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

رئیس امروہی کے بقول:

> خدا شاہد کہ میں شعر وادب کے کسی نادر اور عجیب شاہکار کو دیکھ کر اس قدر ششدر اور سحر زدہ نہیں ہوا جتنی حیرت "ہادی عالم" کے مطالعہ سے ہوئی۔ شاعری کے اعلیٰ سے اعلیٰ نمونے نظر سے گزرے ہیں۔ ادب کی بے مثال تخلیقات سے بارہا لطف اندوز ہو چکا ہوں لیکن ادب کا کوئی شہ پارہ، نثر کا کوئی نمونہ اور شعر کا کوئی گلدستہ اس قدر حیرت آفرین ثابت نہیں ہوا جتنی حیرت جناب محمد ولی رازی کی تصنیف "ہادی عالم" کے مطالعہ سے ہوئی۔"(۶)

اربابِ نظر خود بھی اس نثری تجربہ سے درج ذیل اقتباس کی صورت میں محظوظ ہو سکتے ہیں:

> "ہادیِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم سارے رسولوں کے سردار ہو کر اہلِ اسلام کی اصلاح کے لئے سراسر کرم وعطا ہو کر آئے۔ اِک معلوم عرصہ کے لئے اس عالمِ مادّی میں آکر رہے۔ لوگوں کو راہِ ہدیٰ دِکھائی۔ اسلام کے احکام و اسرار عطا کئے۔ لوگوں کو حلال و حرام کا علم عطا ہوا۔ عدل وصلہ رحمی، عطاو کرم، ہمدردی و مدد گاری کا عمل عام ہوا۔ لوگوں کی اصلاح کا

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No1, 2024

اہم کام مکمل ہوا۔ اگلے لوگوں کے لئے ہر ہر گام کے لئے اسوۂ مطہرہ عطا ہوا۔ اسی لئے سارے دوسرے رسولوں کی طرح سرورِ عالم کے لیے حکم وصال آ کر رہا۔"(۷)

ڈاکٹر منظور احمد دکنی مولانا احمد رضا خان کی ادبی خدمات کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اردو شاعری میں میرؔ، غالبؔ اور اقبال کو شعری مجدد کی حیثیت حاصل ہے، یہ شعری مجدد مثلث بالترتیب تشبیہات، استعارات اور تلمیحات کے شاعر کہلائے جاتے ہیں۔ مگر امام موصوف (احمد رضا خان بریلوی) کے کلام کا جائزہ لیا جائے، تو یہ مثلث شعری ٹوٹ کر مستطیل بن جاتی ہے اور اس مستطیلی رقبہ میں ان تینوں شاعروں کے اوصاف کا مرقع امام احمد کی ذات والا صفات ہے۔ مولانا کے یہاں تشبیہات واستعارات کی جدت وندرت، الفاظ کی شگفتگی وتازگی، خیالات کی بلندی، جذبات واحساست کی پاکیزگی، لفظوں کا درست اور حسین انتخاب، غنائیت وموسیقیت اور نادر تلمیحات کا استعمال امام نعت گویاں کو قادر الکلام شعرا کے زمرے میں رکھتا ہے۔ "(۸)

ان کا نعتیہ مجموعہ "حدائق بخشش" ایک طرف سرور عالم ﷺ سے بے پناہ عقیدت کے جذبے سے رندھا ہوا ہے تو دوسری طرف ادبی خوبیوں سے مزین ہے۔ صنائع وبدائع کو کوئی خوبی ہو گی جو ان کے کلام میں موجود نہ ہو۔ ان کے کلام میں ایک ایسی نعت موجود ہے جسے پڑھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ اس نعت میں یہ خوبی ہے کہ اسے پڑھتے ہوئے انسان کے دونوں ہونٹ آپس میں بالکل بھی نہیں ملتے۔ اس نعت رسول مقبول ﷺ کے چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں جن کو پڑھتے ہوئے دونوں ہونٹ آپس میں جدا رہتے ہیں۔ یہ نعت اپنے اسلوب وانداز کے لحاظ سے یقیناً اردو شاعری میں ایک منفرد مقام کی حامل ہے۔

سید کونین سلطان جہاں
ظل یزداں شاہ دیں عرش آستاں
کل سے اعلیٰ کل سے اولیٰ کل کی جاں
کل کے آقا کل کے ہادی کل کی شاں
آنکھ دے اور آنکھ کو دیدار نور
روح دے اور روح کو راج جناں
تو نہ تھا تو کچھ نہ تھا گر تو نہ ہو
کچھ نہ ہو تو ہی تو ہے جان جہاں
التجا اس شرک وشر سے دور رکھ
ہو رضاؔ تیرا ہی غیر از این وآں
جس طرح ہونٹ اس غزل سے دور ہیں
دل سے یوں ہی دور ہو ہر ظن وظاں(۹)

مدارس سے وابستگان نے اردو صحافت میں بھی نمایاں کارنامے سر انجام دیے۔ اہل مدارس نے صرف اپنے مدارس سے شائع شدہ رسائل وجرائد سے اردو ادب کی خدمت نہیں کی بلکہ ایسے اخبارات ورسایل کا اجرا کیا جنھوں نے اردو زبان وادب کی تاریخ میں نام کمایا۔ مثلاً "تہذیب نسواں" کے مدیر مولوی سید ممتاز علی کی خدمات کو کیسے فراموش کیا جاسکتا ہے۔ اسی ادبی رسالے نے ادبی دنیا کو نذر سجاد حیدر، محمدی بیگم، حجاب امتیاز علی، سلطانہ آصف فیضی اور صغریٰ ہمایوں مرزا جیسی نامور خواتین قلم کار فراہم کی ہیں۔ اسی طرح "تہذیب نسواں" کے علاوہ مولوی ممتاز علی نے ہی بچوں کا پہلا اخبار "پھول" جاری کیا اور کس کو معلوم نہیں کہ مولوی ممتاز علی ایک دینی مدرسے کے تربیت یافتہ ہیں۔ مشہور اخبار الامان اور وحدت کے مدیر اور مشہور ناول نگار مظہر الدین شیر کوٹی کا تعلق بھی مدرسہ سے تھا۔ یوں "ادبی دنیا"، "ہمایوں" اور "شاہکار" جیسے ممتاز

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No1, 2024

رسائل وجرائد کی مدیر اور نامور ادبی شخصیت علامہ تاجور نجیب آبادی کو کون فراموش کر سکتا ہے جنھوں نے ہندوستان کے ایک مشہور دینی مدرسے سے تعلیم حاصل کی تھی۔ اسی طرح ہفت روزہ ''نئی دنیا'' کے بانی مولانا عبد الوحید صدیقی، ''مدینہ'' بجنور اور ''جمہوریت'' ممبئی سے وابستہ حامد الانصاری غازی، روزنامہ ''عصر جدید'' کلکتہ کے مدیر شائق احمد عثمانی، نامور ادبی مجلے ''نگار'' کے مدیر علامہ نیاز فتح پوری اور معروف جریدے ''قومی آواز'' کے مدیر اعلیٰ حیات اللہ انصاری سمیت بہت سے نامور صحافی اور مدیر دینی مدارس کے فارغ التحصیل تھے۔ اس لیے یہ کہنا بے جانہ ہو گا کہ اردو صحافت کو نئے نقوش عطا کرنے میں اہل مدارس کا بنیادی کردار ہے۔

جہاں تک اردو نثر کا تعلق ہے تو مدارس کے علما کی ایک بڑی تعداد ہے جس نے اردو ادب کے دامن کو نئے اسالیب کے موتیوں سے بھر دیا۔ اردو نثر کے معماروں میں مولانا ابو الکلام آزاد، سید سلیمان ندوی، مولانا مناظر احسن گیلانی، علامہ راشد الخیری، علامہ ارشد القادری، خواجہ حسن نظامی، مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی سمیت نامور نثر نگار، جن کا تعلق دینی مدارس سے تھا، انھوں نے اردو نثر کو ایک منفرد اسلوب عطا کیا۔ وہ اپنے اسلوب بیان، لطافتِ بیان اور سلاستِ زبان کے ذریعے سے اپنی تحریر کا رشتہ عوام وخواص کے دل و دماغ سے براہِ راست جوڑ چکے ہیں۔ انھوں نے اردو ادب و نثر کی ترویج واشاعت میں قابل ستائش کردار ادا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ نامور نقادان ادب نے اہل مدارس کی نثری خدمات کا برملا اعتراف کیا ہے۔ تنقید نگاروں نے ان کی خدمات کے ضمن میں یہ تسلیم کیا ہے کہ ان کی نثری خدمات کی بدولت اُردو کی لفظیات اور تراکیب میں گرانقدر اضافہ ہوا ہے اور ان نثر نگاروں نے اُردو کو نئے الفاظ بھی عطا کیے ہیں اور اُردو کی محدود ڈکشن، معانی ومفاہیم کی توسیع کا فرض بھی نہایت بہترین انداز میں ادا کیا ہے۔

حواشی

۱۔ ڈاکٹر اعجاز حسین، مذہب وشاعری، کراچی، اردو اکیڈمی، ۱۹۵۵ء، ص ۱۳
۲۔ مولانا فضل الرحمن حسن پوروی، دین اور ادب، گنج دھولیا، سراج العلوم، ۱۹۵۷، ص ۳۰
۳۔ اعجاز حسین، مذہب وشاعری، کراچی، اردو اکیڈمی، ۱۹۵۵ء، ص ۶۵
۴۔ ایضاً۔ ص ۶۷
۵۔ حمد ولی رازی، ہادی عالم، کراچی، دار العلم، ۱۹۸۷ء، ص ۷
۶۔ روزنامہ ''جنگ'' کراچی، ۲۱ جنوری ۱۹۸۳ء
۷۔ محمد ولی رازی، ہادی عالم، کراچی، دار العلم، ۱۹۸۷ء، ص ۴۰۴
۸۔ ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی، امام احمد رضا: ایک نئی تشکیل، مہاراشٹر ا (ہندوستان) انجمن ثنائیہ، دار الیتامیٰ، ۲۰۱۱ء، ص ۳۲
۹۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی، حدائق بخشش (حصہ سوم)، ریاست پٹیالہ (ہندوستان) کتب خانہ اہلسنت، (س۔ن)، ص ۴۹